قرآن شناسی

اردو میں قرآن مجید کی پہلی (شیعہ) تفسیر

ادیب لبیب شاعر اہلبیتؑ سید قائم مہدی ساحر لکھنوی، کراچی

قسط اول

گذشتہ دنوں لاہور کے ایک ملی جریدہ میں جناب عمار علی طاب ثراہ کی تفسیر ''عمدۃ البیان'' کا اشتہار نظر سے گذرا جس میں اسے اردو میں قرآن مجید کی پہلی (شیعہ) تفسیر لکھا گیا تھا۔ مجھ کو اس دعوے کی صداقت میں شک تھا اس لئے میں نے مذکورہ جریدہ کے محترم مدیر اعلیٰ سے بذریعہ خط دریافت کیا کہ یہ تفسیر کب لکھی گئی تھی اور کس زمانہ میں شائع ہوئی۔ میرے لئے یہ معلومات بہت اہم تھیں مگر مجھ کو میرے استفسار کا جواب نہیں ملا۔ مجبوراً خود تحقیق کرنے کی ضرورت پیش آئی اس لئے کہ میرے علم واطلاع کے مطابق اردو میں قرآن مجید کی پہلی تفسیر عمدۃ البیان نہیں، کوئی اور تھی۔ کوئی اور سے مراد حضرت غفران مآب علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند مولانا سید علی صاحب قبلہ کی تفسیر ''توضیح المجید'' ہے۔ مگر عمدۃ البیان کے متعلق اس دعوے کے بعد ضروری ہوگیا تھا کہ تحقیقی طور سے اپنے اس خیال کی تصدیق یا تردید کروں۔ پہلے یہ ضروری ہے کہ میں حضرت غفران مآب علیہ الرحمہ کا مختصر سا تعارف کرادوں۔

''جناب مولانا سید دلدار علی صاحب غفران مآبؒ'' برصغیر کے پہلے شیعہ مجتہد تھے۔ ان سے پہلے پورے برصغیر میں کوئی شیعہ مجتہد نہیں ہوا۔ اس وجہ سے برصغیر میں شیعوں کی دینی رہنمائی کرنے اور ان کو فقہی مسائل سے آگاہ کرنے والا کوئی نہ تھا۔ شیعہ یا تو صوفیت سے متاثر تھے یا اخباریت سے۔ ان کے سارے اعمال مثلاً نماز، روزہ اور دفن وکفن وغیرہ سب اہلسنت کے مطابق ہوتے تھے۔ بحیثیت ایک قوم کے شیعوں کا کوئی وجود نہ تھا نہ ان کی کوئی علٰحدہ شناخت تھی۔ بس نام کے شیعہ تھے۔ حضرت غفران مآبؒ جب نجف اشرف اور مشہد وقم اور کربلائے معلیٰ سے علوم دینی کی تکمیل کرکے واپس تشریف لائے تو لکھنؤ میں قیام کیا اور شیعوں کی مذہبی تعلیم وتربیت اور تنظیم کا کام شروع کیا جس کے لئے انھوں نے سینکڑوں لوگوں کو فقہ جعفریہ کی بنیادی اور ضروری تعلیم دے کر برصغیر کے گوشے گوشے میں بھیجا تاکہ مقامی شیعوں کو فقہی مسائل سے آگاہ کریں اور نماز، روزہ، کفن دفن وغیرہ کے امور فقہ جعفریہ کے اصولوں کے مطابق انجام دینا سکھائیں۔ اس طرح مسلسل کوششوں سے انھوں نے برصغیر کے شیعوں کو ایک منظم اور اپنی شناخت رکھنے والی قوم بنادیا۔ پہلی مرتبہ نماز جمعہ وجماعت قائم کی امام بارگاہیں تعمیر کیں اور شاہان اودھ کے دلوں میں مذہب کا جوش وجذبہ پیدا کردیا۔ اس کے علاوہ علمی محاذ پر صوفیت، اخباریت، اہلسنت کے نظریات کے خلاف زبردست قلمی جہاد کیا اور بے نظیر کتابیں لکھیں جس کے نتیجہ میں پورے برصغیر سے اخباریت کا قلع قمع ہوگیا اور سندھ اور پنجاب کے کچھ دور دراز علاقوں کو چھوڑ کر جہاں تک پیغام نہیں پہنچ سکا صوفیت کا چراغ بھی گل کردیا۔ علم کلام میں ''مرآۃ العقول''

المعروف بہ عماد الاسلام ایسی بے نظیر کتاب لکھی جس کا پورے عالم اسلام میں کوئی جواب نہیں ہے۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ کے ہر باب کا جواب درایت کے اصولوں پر عقلی دلائل کے ساتھ لکھا۔ چونکہ حضرت غفران مآبؒ برصغیر کے پہلے فقیہ تھے اس لئے ان کا خاندان ''خاندان اجتہاد'' کہلایا۔

اردو کی خدمت

حضرت غفران مآبؒ کے عہد بلکہ اس کے بعد تک علماء اردو میں کتابیں لکھنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے۔ خود حضرت غفران مآبؒ کی بیشتر کتابیں عربی میں ہیں۔ چند ایک فارسی میں بھی ہیں۔ لیکن ان کے فرزندان ارجمند نے اس سلسلہ میں پہلا قدم اٹھایا۔ چنانچہ ان کے فرزند دوم مفسر قرآن مولانا سید علی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ نے ''توضیح المجید'' کے نام سے اردو میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی اور فرزند سوم فقیہ اہلبیت مولانا سید حسن صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ نے اردو میں علم کلام کی پہلی کتاب ''باقیات الصالحات'' کے نام سے تحریر فرمائی۔ یہ دونوں بزرگوار حضرت سلطان العلماء مولانا سید محمد صاحب طاب ثراہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ یہ سلطان العلماء وہی ہیں جن کو غالبؔ نے اپنے خطوط میں مجتہد العصر لکھنؤ کے نام سے یاد کیا ہے۔ غالبؔ ان کے زبردست معتقد تھے۔ انھیں جناب سلطان العلماء کے فرزند ارجمند تاج العلماء علّامہ سید علی محمد صاحب طاب ثراہ نے بھی اردو میں چند کتابیں تحریر فرمائیں۔ جن کا ذکر میر افضل حسین ثابتؔ لکھنوی نے اپنی معروف تصنیف ''دربار حسینؑ'' میں کیا ہے۔

اردو میں پہلی تفسیر

اس مضمون کا اصل موضوع یہی تھا۔ دیکھنا یہ ہے کہ تفسیر ''توضیح المجید'' اردو میں قرآن مجید کی پہلی تفسیر ہے یا ''تفسیر عمدۃ البیان''۔

اس بات کا فیصلہ کرنے کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ زمانی اعتبار سے کس کو کس پر اولیت حاصل ہے۔ یعنی ان دونوں تفسیروں میں سے پہلے کون سی تفسیر لکھی گئی۔ اس کے لئے دونوں مفسرین عالی مرتبت کے دور حیات کا تعین کرنا ہوگا۔

چنانچہ جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ طاب ثراہ خلف حضرت غفران مآبؒ اور صاحب تفسیر ''توضیح المجید'' کے دور حیات پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ان کی ولادت باسعادت ۱۸؍شوال ۱۲۰۰ھ میں ہوئی تھی۔

یہ تاریخ جناب مولانا سید ہدایت حسین صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کی قلمی کتاب ''نجوم تواریخ'' سے ملی جو جناب غفران مآبؒ کے پرپوتے تھے۔ یہ کتاب انھوں نے خاندان اجتہاد کے بارے میں لکھی تھی اور غیر مطبوعہ ہے۔ اس قلمی کتاب کا یہ نام تاریخی ہے جس سے اس کا سن تصنیف سن ۱۳۱۶ھ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ سن عیسوی تقویم کے حساب سے سن ۱۸۹۸ء کے مطابق ہے۔

اسی کتاب سے مولانا سید علی صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ کا سن وفات بھی دستیاب ہوا۔ مولانائے موصوف کے انتقال پر مفتی محمد عباس صاحب شوستری اعلیٰ اللہ مقامہ نے جو اپنے وقت کے نہایت جید عالم اور حضرت سلطان العلماء کے کاتب اور ان کے سب سے چھوٹے بھائی حضرت

سید العلماء سید حسین صاحب علیین مکانؒ کے شاگرد تھے، جناب مولانا سید علی صاحب طاب ثراہ کی بے مثال تاریخ انتقال کہی جو یہ ہے ''مہمان بحسینؑ ابن علیؑ گشت علیؑ''۔ اس سے ۱۲۵۹/عدد برآمد ہوتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جناب سید علی صاحب قبلہ کا انتقال ۱۲۵۹ھ میں ہوا جو عیسوی تقویم کے اعتبار سے ۱۸۴۳ء کے مطابق ہے۔

جناب مولانا عمار علی صاحب اعلی اللہ مقامہ صاحبِ تفسیرِ ''عمدۃ البیان'' کی ولادت ووفات کی تاریخیں جناب مولانا مرتضیٰ صاحب فاضل اعلی اللہ مقامہ کی معروف تصنیف ''مطلع انوار'' سے ملیں جو حسب ذیل ہیں۔

تاریخ ولادت: ۱۸۲۸ء جو ہجری تقویم کے اعتبار سے ۱۲۴۳-۴۴ھ کے مطابق ہے۔

تاریخ وفات: ۱۸۸۶ء جو ہجری تقویم کے اعتبار سے ۱۳۰۳-۰۴ھ کے مطابق ہے۔

دونوں بزرگواروں کے دور حیات کا موازنہ کرنے سے حسب ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

۱- ولادت: مولانا سید علی صاحب طاب ثراہ ۱۲۰۰ھ مطابق ۱۷۸۶ء

مولانا عمار علی صاحب طاب ثراہ: ۱۲۴۳-۴۴ھ مطابق ۱۸۲۸ء

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا عمار علی صاحب قبلہ جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ کی ولادت سے تقریباً تینتالیس (۴۳) سال کے بعد اس دنیا میں تشریف لائے۔

۲- وفات: مولانا سید علی صاحب قبلہ طاب ثراہ: ۱۲۵۹ھ مطابق ۱۸۴۳ء

مولانا عمار علی صاحب قبلہ طاب ثراہ: ۱۳۰۳-۰۴ھ مطابق ۱۸۸۶ء۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مولانا عمار علی صاحب کا انتقال جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ کے انتقال کے تینتالیس یا چوالیس (۴۳/۴۴) سال کے بعد ہوا۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ مولانا سید علی صاحب قبلہ طاب ثراہ کے انتقال کے وقت جناب مولانا عمار علی صاحب قبلہ کی عمر صرف پندرہ سال یا زیادہ سے زیادہ سولہ سال کی تھی۔

ظاہر ہے کہ عمار علی صاحب قبلہ نے تفسیر عمدۃ البیان پندرہ یا سولہ سال کی عمر میں نہیں لکھی ہوگی۔ جب کہ مولانا سید علی صاحب قبلہ نے تفسیر توضیح المجید اپنے انتقال سے بہت پہلے لکھی ہوگی۔ یعنی توضیح المجید کی تصنیف کے وقت مولانا عمار علی صاحب قبلہ کی شاید ولادت بھی نہ ہوئی ہو یا وہ زیادہ سے زیادہ ایام رضاعت میں ہوں۔

مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات بے شک وشبہ ثابت ہوگئی کہ اردو میں قرآن مجید، فرقان حمید کی پہلی (شیعہ) تفسیر جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ خلف حضرت غفران مآبؒ کی ''توضیح المجید'' ہے۔ ''عمدۃ البیان'' کو اردو میں پہلی تفسیر کہنا سراسر غلط اور حقائق کے خلاف ہے۔

توضیح المجید اودھ کے زمانہ شاہی میں مطبع شاہی سے غالباً سات جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ بعد میں دو ضخیم جلدوں میں شائع کی گئی جن کا ایک ایک نسخہ ''مکتبۃ العلوم'' (لائبریری) ناظم آباد، کراچی میں محفوظ ہے۔ کچھ نسخے برصغیر کے اور کتب خانوں میں بھی شاید محفوظ ہوں۔ یہ بڑی

بے مثل تفسیر ہے۔ میری خواہش تھی کہ میں اس سے ایک ایک پارہ کی تفسیر علیحدہ علیحدہ آثار وافکار اکادمی (پاکستان) کی طرف سے شائع کرتا مگر زمانہ حال کے مطابق اس کی زبان کو عام فہم بنانے کا کام بے حد محنت طلب ہے اور اس کے لئے طویل وقت درکار ہے۔ مگر افسوس ہے کہ میری صحت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ اگر یہ کام ہو جاتا تو ملت جعفریہ کے موجودہ افراد خصوصاً نوجوانوں کو ایک بے مثال تفسیر کے مطالعہ اور اس سے رموز قرآن کو سمجھنے اور ان کے پس منظر میں فضائل محمدؐ و آل محمدؐ سے اپنے دل و دماغ کو منور کرنے اور ایمان کو جلا اور تازگی بخشنے کی سعادت حاصل ہوتی۔

اس موضوع پر میرا پہلا مضمون ماہنامہ ''خیر العمل'' لاہور اور پندرہ روزہ ''ذوالفقار'' پشاور میں شائع ہوا تھا۔ یہ بہت مسرت و اطمینان کی بات ہے کہ اس موضوع نے صاحبان علم و قلم کی توجہ اپنی طرف مبذول کروالی۔ چنانچہ اگلے مہینہ جناب محترم ڈاکٹر عسکری بن احمد صاحب قبلہ کا مضمون خیر العمل میں شائع ہوگیا۔ اب تک اس کی تین قسطیں شائع ہو چکی ہیں۔ اس موضوع پر میرا دوسرا مضمون بھی خیر العمل اور ذوالفقار میں شائع ہوا۔ جس کے بعد محترم میاں سعید الرحمن صاحب کا خط ذوالفقار پشاور میں شائع ہوا جس میں انھوں نے ماخذ کے حوالے کے ساتھ میرے نقطۂ نظر کی تائید فرمائی اس کے بعد ''تنظیم الاسلام'' لاہور کے نومبر ۲۰۰۱ء کے شمارہ میں اس کے مدیر اعلیٰ جناب محترم مظاہر حسین نقوی صاحب نے میرے مضمون کے حوالے سے اداریہ لکھا اور تحلیل زمانی کے سلسلہ میں جناب محترم سید المفسرین مولانا سید علی صاحب قبلہ طاب ثراہ کی ولادت اور وفات کی جو تاریخیں میں نے درج کی تھیں ان کو غیر معتبر قرار دے دیا۔ اس پورے عرصے میں تفسیر ''توضیح المجید'' کے بارے میں بھی کچھ شکوک یا کچھ ایسے خیالات سامنے آئے جن سے اس کا اعتبار اور وقار مجروح ہوتا ہے۔ مجھے ان کے تحقیق مزید کے بعد صحیح صورت حال کے بارے میں لکھنا تھا مگر کچھ ذاتی وجوہ کی بنا پر اس میں تاخیر ہو رہی تھی۔ اب حضرت مظاہر حسین نقوی صاحب قبلہ کے اداریہ کے بعد اپنے مسائل کو نظر انداز کر کے مجھے یہ مضمون جلد لکھنا ضروری ہوگیا۔

میں ''توضیح المجید'' اور ''عمدۃ البیان'' میں اولیت کو تحلیل زمانی سے قابل اطمینان دلیلوں سے ثابت کر چکا تھا جس کا ثبوت یہ ہے کہ جناب محترم ڈاکٹر عسکری بن احمد صاحب قبلہ نے بھی اسے درست قرار دیا اور جناب محترم میاں سعید الرحمن صاحب قبلہ نے اس کی تائید مزید کی۔ جناب محترم مظاہر حسین صاحب قبلہ نے میری دلیلوں کو رد کرنے کے لئے علمی تاریخی یا منطقی دلائل دینے کے بجائے کچھ مفروضات اور کچھ جذباتیت سے کام لیا اور اپنی جانب سے کوئی تحقیقی بات پیش نہیں کی۔ اس لئے مجھے ان کی تحریر سے صرف نظر کرنا چاہئے تھا مگر میں نہیں چاہتا کہ کسی قسم کا شبہ باقی رہ جائے۔ اس لئے اس کا جواب دینا ضروری ہے جو اس مضمون میں مناسب جگہوں پر ان کو مل جائے گا انشاء اللہ۔ ملاحظہ ہو:

توضیح المجید کے متعلق جو شکوک و منفی آرا

توضیح المجید کے بارے میں جو منفی آراء اب تک سامنے آئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

الف- عمدۃ البیان کے مقابلہ میں توضیح المجید کی اولیت کو تسلیم نہ کرنا۔

ب- اس تفسیر کو مولانا سید علی صاحب قبلہ خلف حضرت غفران مآبؒ کی تصنیف کے بجائے فارسی تفسیر ''منہاج القرآن'' کا ترجمہ اور وہ بھی خلاصہ قرار دینا۔

ج- غیر پریس میں اس کی طباعت ہونے کی وجہ سے اس میں تحریف ہونا کیونکہ سید المفسرین کی غیر موجودگی میں طبع ہوئی ہے۔

د- بقول جناب مظاہر حسین نقوی صاحب شاید ہی کوئی شخص توضیح المجید سے واقف ہو۔

اب میں ان نکات کے بارے میں اپنی تحقیق کے نتائج اور تبصرہ پیش کروں گا۔ ملاحظہ ہو:

۱- اولیت کا مسئلہ:

تحلیل زمانی کرتے ہوئے میں نے سید المفسرین جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ کی تاریخ ولادت و وفات و مآخذ کے حوالوں سے لکھی تھیں۔

-۱ تاریخ ولادت: ۱۸رشوال ۱۲۰۰ھ۔ بحوالہ ''نجوم تواریخ'' از مولانا سید ہدایت حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ جو سید المفسرین کے پوتے ہیں۔

تاریخ وفات: ۱۲۵۹ھ۔ بحوالہ قطعہ تاریخ وفات سید المفسرین از مفتی سید محمد عباس صاحب شوستری اعلیٰ اللہ مقامہ۔

اب مزید مآخذ کے حوالے ملاحظہ ہوں:

-۲ تاریخ وفات: ۱۲۵۹ھ۔ بحوالہ ''کتابیات'' جو اردو تراجم و تفاسیر پر ایک محققانہ کتاب مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کی شائع کی ہوئی ہے جس کا حوالہ جناب میاں سعید الرحمن صاحب قبلہ نے ''ذوالفقار'' پشاور (۱/۱۶، نومبر ۲۰۰۱ء) میں دیا ہے۔

-۳ تاریخ وفات: ۱۲۵۹ھ بحوالہ قرآن نمبر (سیارہ ڈائجسٹ) فہرست ۸۲ جو محترم ڈاکٹر عسکری بن احمد صاحب قبلہ نے اپنے مضمون کی قسط نمبر ۲ر خیر العمل اکتوبر ۲۰۰۱ء میں دیا ہے۔

-۴ تاریخ ولادت: ۱۸رشوال ۱۲۰۰ھ تاریخ وفات: ۱۲۵۹ھ بحوالہ مطلع انوار بصفحہ ۳۳۶ از مولانا مرتضیٰ حسین فاضل صاحب قبلہ مرحوم۔

اقتباس: ''مولانا سید علی ولد دلدار علی ۱۸رشوال ۱۲۰۰ھ کو پیدا ہوئے ــــــــ کربلائے معلیٰ پہنچ کر ۱۲۵۹ھ میں رحلت فرمائی''۔

-۵ تاریخ ولادت: ۱۸رشوال ۱۲۰۰ھ ـــــ تاریخ وفات: ۱۸رمضان ۱۲۵۹ھ بحوالہ نجوم السماء۔

اقتباس: السید علی بن السید دلدار علی النصیرآبادی اللکھنوی طاب مرقدہما ولادتش در لکھنؤ بیجدہم شوال سنہ یکھزار اردو صد ہجری

واقع شد۔۔۔۔۔۔۔۔بتاریخ ہیجدہم ماہ مبارک رمضان تسع وخمسین بعد الالف والمأتین برحمت حق پیوست''۔ (ص ۴۰۳-۴-۲۰۴)۔

۶۔ تاریخ ولادت: ۱۸ر شوال ۱۲۰۰ھ بحوالہ ''تذکرہ بے بہا'' صفحہ ۲۱۴ر از مولانا محمد حسین نوگانوی۔ اس کا حوالہ ڈاکٹر عسکری بن احمد صاحب قبلہ نے بھی دیا ہے۔

۷۔ تاریخ ولادت: ۱۸ر شوال ۱۲۰۰ھ وفات: ۱۹ر رمضان ۱۲۵۹ھ۔ یہ تاریخیں اس عہد کے ماہر علم الرجال آیۃ اللہ العظمیٰ السید محسن الامین جبلی عاملی نے اپنی معروف کتاب ''اعیان الشیعۃ'' کے صفحہ ۲۵۴ پر درج فرمائی ہیں۔ اقتباس ملاحظہ ہو۔

اقتباس: ۱۰۲۳ھ اَلسَّیدُ عَلِیُ ابنُ السَّیِّدِ دِلْدَارِ عَلِیٍ۔ وُلِدَ فِیْ ۱۸ر شوال ۱۲۰۰ھ فِیْ لَکْنَوْ وَتُوُفِّیَ ۱۹ر رمضان ۱۲۵۹ھ دُفِنَ بِجَنْبِ قَبْرِ السَّیِّدِ الْمُجَاهِدِ۔

۸۔ جناب محترم ڈاکٹر عسکری صاحب قبلہ نے اپنے مضمون قسط اول میں عربی میں مادہ تاریخ وفات بھی درج کیا ہے۔

اتنے مستند اور معتبر حوالوں میں سید المفسرین آیۃ اللہ سید علی صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ کی تاریخ ہائے ولادت ووفات میں کوئی فرق نہیں ہے سوائے اس کے کہ نجوم السماء میں تاریخ وفات ۱۸ر رمضان ہے اور اعیان الشیعۃ میں ۱۹ر رمضان ہے۔ اب کون جناب مولانا سید ہدایت حسین صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ کی لکھی ہوئی تاریخ ولادت اور جناب مفتی میر محمد عباس شوستری صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ کی کہی ہوئی تاریخ وفات مولانا سید علی صاحب طاب ثراہ کے صحیح ہونے میں شک کرسکتا ہے۔

۱۔۱ جناب محترم مولانا عمار علی صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ صاحبِ تفسیر عمدۃ البیان کے تاریخ ہائے ولادت ووفات۔ اب مولانا عمار علی صاحب قبلہ طاب ثراہ کی ولادت ووفات کی تاریخ کے اسناد ملاحظہ ہوں۔

۱۔ تاریخ ولادت: ۱۲۴۴ء، ۱۸۲۸ء،

تاریخ وفات: ۱۳۰۴ھ بحوالہ مطلع انوار۔

۲۔ تاریخ وفات: ۱۳۰۴ھ۔ بحوالہ ''کتابیات'' مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔

۳۔ تاریخ وفات: ۱۳۱۲ھ بحوالہ مجلہ فکر ونظر شمارہ ۴/ ۳، ۱۹۹۹ء جناب محترم ڈاکٹر عسکری بن احمد صاحب قبلہ نے اپنے مضمون کی پہلی قسط ستمبر ۲۰۰۱ء میں اس حوالہ سے درج کی ہے۔

۴۔ تاریخ ولادت: ۱۲۴۴ھ تاریخ وفات: یکشنبہ ۴ر صفر ۱۳۰۴ھ بحوالہ ''تذکرہ بے بہا''۔

یہ حوالہ جناب محترم ڈاکٹر عسکری بن احمد صاحب قبلہ نے اپنے پہلے مضمون (خیر العمل ستمبر ۲۰۰۱ء) میں دیا ہے۔ کسی شاعر کا قطعہ تاریخ بھی درج ہے۔ مادہ تاریخ یہ ہے۔ ''قبلہ من مولوی عمار علی جنت مکان''۔ یہ مصرع عروضی اعتبار سے ساقط الوزن ہے مگر یہ اس مضمون کا موضوع نہیں ہے۔

۵- تاریخ وفات: ۱۳۰۴ھ بحوالہ سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر (شمارہ ۱۲۹)۔ یہ حوالہ ڈاکٹر عسکری ابن احمد صاحب نے اپنے مضمون (قسط نمبر ۲/ اکتوبر ۲۰۰۱ء) میں درج کیا ہے۔

مندرجہ بالا تمام حوالوں میں تاریخ ولادت ووفات ایک ہی ہے سوائے مجلہ فکر ونظر کی تاریخ وفات کے جو ۱۳۱۲ھ ہے۔ اور یقینا کتابت کی یا کسی اور غلطی کا نتیجہ ہے۔

مندرجہ بالا حوالوں کے تجزیہ سے حسب ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں:

ولادت: جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ۔ ۱۸/شوال ۱۲۰۰ھ

جناب مولانا سید عمار علی صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ ۱۲۴۴ھ

وفات: جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ ۱۹ / ۱۸/رمضان ۱۲۵۹ھ

جناب مولانا عمار علی صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ۔ ۴/صفر ۱۳۰۴ھ

۱- اس سے ثابت ہوا کہ جناب مولانا عمار علی صاحب قبلہ جناب مولانا سید علی صاحب قبلہ طاب ثراہ کی ولادت کے تقریباً چوالیس سال بعد پیدا ہوئے اور ان کی وفات کے تقریباً چوالیس سال بعد ہی مولانا عمار علی صاحب قبلہ نے رحلت فرمائی۔

۲- اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مولانا سید علی صاحب قبلہ طاب ثراہ کی وفات کے وقت مولانا عمار علی صاحب قبلہ کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی۔

۱- تاریخ ہائے تصنیف واشاعت ہر دو تفاسیر

اب توضیح المجید اور عمدۃ البیان کی تصنیف واشاعت کا زمانہ دیکھتے ہیں۔

تاریخ اشاعت: توضیح المجید۔ ۱۲۵۷ھ بحوالہ ''اردو تراجم وتفاسیر'' ص ۴۲، دو جلدوں میں از مولانا مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی صاحب قبلہ۔

اشاعت: ۱۲۵۳ھ دو جلدوں میں بحوالہ ''مطلع انوار'' ص ۳۳۶، از مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی صاحب قبلہ۔

۱۳۱۳ھ۔ اعجاز محمدی پریس آگرہ ۳، جلدیں بحوالہ مجلہ فکر ونظر۔

۱۲۵۲ھ چار جلدوں میں سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر۔ بحوالہ مضمون ڈاکٹر عسکری بن احمد صاحب قبلہ قسط ۲۔

تاریخ اشاعت: عمدۃ البیان ۱۲۸۸ھ مطبع پنجابی۔ لاہور ۳ جلد بحوالہ مجلہ فکر ونظر (خیر العمل ستمبر ۲۰۰۱ء)

۱۳۰۷ھ دہلی بحوالہ سیارہ ڈائجسٹ (خیر العمل اکتوبر ۲۰۰۱ء) نتیجہ: توضیح المجید کی اشاعت اول ۱۲۵۲ھ میں چار جلدوں میں بمبئی سے اور وقتاً فوقتاً مختلف جگہوں سے مختلف جلدوں میں ہوئی۔

عمدۃ البیان کی اشاعت اول: ۱۲۸۸ھ میں لاہور سے۔ تین جلدوں میں اور اس کے بعد دوسری جگہوں سے بھی ہوئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ توضیح المجید کی اشاعت عمدۃ البیان سے چھتیس (۳۶) سال پہلے ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ توضیح المجید کی اشاعت کے وقت جناب مولانا عمار علی صاحب قبلہ کی عمر مبارک محض آٹھ سال تھی۔

تاریخ تصنیف: ہر دو تفاسیر کی تصنیف کا آغاز کب ہوا، یہ محقق نہیں ہے۔ جناب محترم ڈاکٹر عسکری صاحب قبلہ

نے اپنے مضمون قسط اول میں ورثۃ الانبیاء کے حوالے سے توضیح المجید کا سنہ تصنیف ۱۲۵۳ھ لکھا ہے جو قرین قیاس نہیں ہے اس لئے کہ اس کی اشاعت اول ۱۲۵۲ھ میں ہو چکی تھی۔ یہ اس اعتبار سے بھی غلط ہے کہ محمد علی شاہ ۱۲۵۲ھ میں بادشاہ اودھ کی حیثیت سے تخت نشین ہوئے تھے۔ امجد علی شاہ جن کے حکم سے توضیح المجید لکھے جانے کا ذکر ہے وہ ۱۲۵۲ھ میں بادشاہ تھے ہی نہیں۔ ان کی تخت نشینی ۱۲۵۹ھ میں ہوئی۔ بہرحال اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ توضیح المجید کی تصنیف تین سال میں مکمل ہوئی ہوگی جس طرح ایک جگہ عمدۃ البیان کے لئے لکھا ہوا ہے تو اس کی تصنیف کا آغاز تقریباً ۱۲۴۹ھ میں ہوا ہوگا جس وقت مولانا عمار علی صاحب قبلہ طاب ثراہ کی عمر صرف پانچ سال کی ہوگی۔ میں نے اپنے پہلے مضمون میں لکھا تھا کہ شاید توضیح المجید کی تصنیف کے زمانے میں جناب مولانا عمار علی صاحب قبلہ عالم رضاعت میں ہوں۔ جناب محترم مظاہر حسین نقوی صاحب نے اسے مولانائے محترم کی سخت درجہ کی توہین قرار دیا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی کا عالم رضاعت میں ہونا اس کی توہین کیسے ہوسکتا ہے۔ ہر فرد بشر پیدا ہونے کے بعد عالم رضاعت میں ہوتا ہے۔ انبیاءؑ واوصیاء ومعصومینؑ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ اب مکمل تحقیق سے یہ ثابت ہوگیا کہ وہ عالم رضاعت میں نہیں تھے بلکہ تقریباً پانچ سال کے تھے۔

دوسری بات میں نے یہ لکھی تھی کہ پندرہ سولہ سال کی عمر میں مولانا عمار علی صاحب قبلہ کا تفسیر قرآن لکھنا بظاہر ممکن نہیں نقوی صاحب قبلہ نے اس کے امکان کی تائید میں ایران اور الجیریا کے ان بچوں کی مثالیں دیں جن کو خداوند تعالیٰ نے عطائے خاص سے وہ صلاحیتیں بخشی ہیں جن کو معجزہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ اسی طرح جناب سید رضی وغیرہ کے بچپن میں تصنیف وتالیف کی مثال بھی دی ہے۔ اس عمر میں اول تو ان میں سے کسی نے تفسیر قرآن نہیں لکھی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ سب مستثنیات ہیں اور نقوی صاحب قبلہ یہ بخوبی جانتے ہوں گے کہ مستثنیات کو کلیہ کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔

۲- توضیح المجید کی اولیت تمام فرق اسلامیہ کی تفاسیر کے مقابلہ میں:

میں نے اپنے دوسرے مضمون میں یہ ثابت کیا تھا کہ توضیح المجید سے پہلے اسلام کے کسی فرقہ میں اردو میں تفسیر نہیں لکھی گئی۔ جناب محترم ڈاکٹر عسکری بن احمد صاحب قبلہ نے اپنے تیسرے مضمون (خیر العمل دسمبر ۲۰۰۱ء) میں تحریر فرمایا ہے کہ شاہ ولی اللہ کے تینوں بیٹوں نے اردو میں تفاسیر لکھیں اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ ساحرؔ لکھنوی کی تحقیق یہ ہے توضیح المجید ان سے بھی پہلے لکھی گئی ہے۔ اس بارے میں پہلے میں ایک غلطی کا اعتراف کرلوں کہ میں نے اپنے دوسرے مضمون میں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کو شاہ عبدالعزیز کے فرزند لکھ دیا تھا حالانکہ وہ ان کے بھائی اور شاہ ولی اللہ کے بیٹے تھے۔ یہ سہو قلم تھا شکر گزار ہوں اپنے کرم فرما جناب ڈاکٹر عسکری صاحب قبلہ کا جنھوں نے اس غلطی کی نشاندہی کی۔

(جاری۔۔۔۔۔۔)